علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

مضمون	:	تاریخ مسلمانان برصغیر
سطح	:	ایف۔اے
کوڈ	:	321
مشق	:	03
سمسٹر	:	بہار2025ء

سوال نمبر1(الف)درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیجیے۔

1۔ 1495ء میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ کس بندے نے کیا تھا؟

جواب۔ 1495ء میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ ایک آدمی "احمد بن اسماعیل قادیانی" نے کیا تھا۔

2۔ داراشکوہ کس بزرگ کا مرید تھا؟

جواب۔ داراشکوہ بزرگ "شیخ مُلّا" کا مرید تھا، جو کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے مریدوں میں سے تھے۔

3۔ بابر نے خط بابری کب متعارف کروایا تھا؟

جواب۔ بابر نے خط "بابری" 1526 میں متعارف کروایا۔

4۔ دین پناہ کا شہر کس بادشاہ نے تعمیر کروایا تھا؟

جواب۔ دین پناہ کا شہر بادشاہ "اکبر" نے تعمیر کروایا تھا۔

5۔ نادرشاہ نے ہندوستان پر کب حملہ کیا؟

جواب۔ نادرشاہ نے ہندوستان پر 1739ء میں حملہ کیا۔

ب) صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں۔

1۔ احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر دوسرا حملہ 1749ء میں کیا۔ **صحیح**

2۔ انگریزوں نے الحاق اودھ کا اعلان 1856ء میں کیا۔ **صحیح**

3۔ شاہ ولی اللہ نے پہلی بار قرآن کا ترجمہ اردو زبان میں کیا۔ **غلط**

4۔ فرائضی تحریک سندھ میں شروع ہوئی۔ **غلط**

5۔ صراط مستقیم سید احمد شہید کی کتاب ہے۔ **صحیح**

سوال نمبر2 شاہ ولی اللہ کی علمی، اصلاحی اور سیاسی خدمات بیان کریں۔(20)

جواب۔

حالات زندگی

شاہ ولی اللہ 21 فروری 1703ء کو دہلی میں پیدا ہوئے (یعنی اورنگ زیب عالمگیر کی وفات سے چار برس پہلے ان کی ولادت ہوئی)۔ان کے خاندان کے کئی افراد اصحابِ قلم وتلوار ہو گزرے تھے۔شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم بڑے جید عالم اور پارسا بزرگ تھے۔اُنہوں نے دہلی میں مدرسہ رحیمیہ کے نام سے ایک مدرسے کی بنیاد رکھی تھی۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ نے پندرہ برس کی عمر میں اپنے والد کی نگرانی میں اپنی رسمی تعلیم مکمل کر لی۔ پھر والد کے انتقال کے بعد 19 برس کی عمر میں دہلی میں باقاعدہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، جو بارہ سال تک جاری رہا۔

1730ء میں شاہ صاحب حج کے لئے تشریف لے گئے اور قریباً ڈیڑھ سال تک وہیں مقیم رہ کر علمائے دین سے فیض حاصل کیا۔9 جولائی 1732ء کو واپس دہلی تشریف لائے اور ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔

اُس زمانے میں لوگ قرآن مجید پڑھتے تو تھے لیکن اس کے مفہوم ومعانی پر توجہ نہیں دیتے تھے، اس لئے شاہ ولی اللہ نے ضرورت محسوس کی کہ قرآن مجید کا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ۔ گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

ترجمہ کیا جائے، چنانچہ علماء کی مخالفت کے باوجود لکھے پڑھے لوگ کی سہولت اور فہم قرآن کا ذوق پیدا کرنے کے لئے انہوں نے 1738ء میں قرآن مجید کا ترجمہ فارسی میں کر دیا۔

قرآن وحدیث کے تراجم کی بُنیاد

''سب سے بڑا اس کام شاہ صاحب کا یہ ہے کہ سب سے پہلے ان ہی میں ہندوستان میں قرآن وحدیث کے ترجمے کی بنیاد بڑی جرأت اور ہمت سے کام لے کر بالآخر ڈال دی تھی۔ اگرچہ خود اُنہی نے فارسی میں قرآن کا بھی ترجمہ کیا اور حدیث کی قدیم ترین کتاب موطا امام مالک کا بھی ترجمہ فارسی ہی میں کیا کہ اُن کے زمانے تک غالباً اُردو عام طور سے لکھنے پڑھنے کی زبان نہیں بنی تھی۔ جو بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، وہ فارسی ہی میں لکھتے پڑھتے تھے۔

اُنہوں نے عربی اور فارسی میں قریباً سینتیس کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی کتابوں کا بڑا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے لئے اسلام کی نئے سرے سے تشریح کی جائے تا کہ ان میں صحیح اسلامی اقدار پھر سے جلوہ گر ہوں۔ ان میں مساوات پیدا کی جائے۔ دولت کی منصفانہ تقسیم کا نظام رائج کیا جائے اور صحیح اسلامی خطوط پر مسلم معاشرہ قائم کیا جا سکے۔ اُنہوں نے اپنے دار العلوم کے لئے نیا نصاب مرتب کیا تا کہ پرانے نصاب میں سے زبان وقواعد کی پیچیدگی، یونانی، ہندی اور فلسفے کی آمیزش کے اثرات دور کئے جا سکیں۔ شاہ ولی اللہ بلاشبہ ایک بڑے مفکر، عالم دین اور صوفی تھے۔ اُنہوں نے اجتہاد کی ضرورت کا احساس دلایا۔

مشغلہ

شاہ ولی اللہ قریباً سینتیس کتابوں کے مصنف تھے۔ کچھ کتابوں کے نام ہم نے لکھ دیئے۔ کوشش کریں کہ ان کی فارسی کتابوں کی فہرست مرتب ہو جائے۔ آپ چاہیں تو ان کتابوں کے موضوعات بھی معلوم ہو سکتے ہیں۔

فرائضی تحریک

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت کے بعد برصغیر میں بدامنی اور بے دینی کے عناصر بتدریج فروغ پاتے چلے گئے۔ ایسے عناصر کی روک تھام کے لئے اور اپنی دینی اقدار کی ترویج کے لئے شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی خدمات بے مثال ہیں۔ ان کے اہل خاندان نے ہدایت اور اصلاح کی تحریک جاری رکھی۔ اسی قسم کی ایک اصلاحی تحریک بنگال میں بھی شروع ہوئی جو فرائضی تحریک کے نام سے مشہور ہوئی۔

فرائضی تحریک کا مقصد

بنگالی مسلمانوں میں ہندوانہ رسم ورواج رچ بس چکے تھے۔ ان کے عقائد اور اعمال میں کئی ایسی چیزیں شامل ہو گئی تھیں جن کا اسلامی تعلیم میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہندو زمینداروں نے مسلمان کسانوں کو اپنے جبر کے پنجے میں دبا کر رکھا تھا۔ اس لئے ہندوؤں کی ناانصافی اور ہندوؤں کی ناانصافی اور ہندوانہ رسم ورواج کے خلاف آواز اٹھائی گئی۔ یہ آواز اٹھانے والے ضلع فرید پور کے حاجی شریعت اللہ تھے۔

ا۔ بنگال کے مسلمانوں میں اصلاح اور اتحاد کا جذبہ پیدا کرنا تا کہ وہ ہندو زمیندار کی ناانصافی سے نجات پا سکیں اور اپنے حقوق حاصل کرنے کے قابل بن سکیں۔

۲۔ دین کی صحیح سمجھ بوجھ اور واقفیت پیدا کرنا تا کہ پیروں کی غیر ضروری اور نامناسب ناز برداری اور قدر افزائی کی بجائے مسلمانوں میں برابری کا احسان اُبھارا جائے۔

۳۔ اسلامی حکومت کے خاتمے اور انگریزی حکومت کے قیام ہی ملک دار السلام نہیں بلکہ دار الحرب بن گیا ہے۔ اس لئے جمعہ اور عید کی نمازیں با جماعت ادا نہیں ہو سکتیں۔

چنانچہ پاکستان بننے تک فرائضی تحریک سے وابستہ لوگ اِن نمازوں کے اجتماعات منعقد نہیں کرتے تھے۔ الغرض فرائضی تحریک نے مسلمانوں کو ہندوؤں کے مقابلے میں اپنی انفرادیت اور برتری کا احساس دلایا اور مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کر کے انہیں ہندوؤں کے گمراہ کن نظریات سے محفوظ کیا۔

حاجی شریعت اللہ

اس تحریک کے بانی حاجی شریعت اللہ بنگال کے ضلع فرید پور میں پیدا ہوئے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں حج کی ادائیگی اور تعلیم کے حصول کے لئے مکہ روزانہ ہوئے وہاں ان کا قیام کم وبیش بیس برس تک رہا۔ 1802ء کے لگ بھگ وہ واپس بنگال آئے اور دیہات میں اصلاح وتبلیغ کا کام شروع کر دیا۔

دادومیاں

حاجی شریعت اللہ کے بعد تحریک کا کام ان کے بیٹے محمد محسن عرف دادومیاں کے سپرد ہوا۔ دادومیاں بہت اچھے منتظم اور قائد تھے ثابت ہوئے۔ اُنہوں نے فرائضی تحریک کو خوب منظم کیا اور بنگال کے مختلف علاقوں میں اپنے نمائندے مقرر کئے۔ چنانچہ تعلیم اور تنظیم سے مسلمانوں میں خاصی بیداری پیدا ہو گئی اور انہوں نے ہندوؤں کے ناجائز عائد کردہ ٹیکس اور چندے دینے سے انکار کر دیا۔ فرائضی تحریک نے بنگال میں مسلمانوں کو ایک نئی حرکت اور روشنی بخشی لیکن ہندوستان لیکن ہندو زمینداروں کے لئے ایسی تحریک قابل برداشت نہیں تھی، چنانچہ ہندو اور انگریزوں دونوں مسلمانوں کی مخالفت پر تُل گئے۔ انہوں نے ایک طرف تو فرائضیوں اور عام مسلمانوں کے درمیان غلط فہمیاں اور اختلافات پیدا کرنے کی کوششیں کیں اور دوسری طرف دادومیاں پر جھوٹ مقدمات قائم کر کے انہیں کئی بار جیل بھجوایا لیکن وہ ہمیشہ باعزت بری ہوئے۔ 1862ء میں دادومیاں کا انتقال ہوا۔ لیکن حاجی شریعت اللہ نے جس تحریک کا آغاز کیا تھا، وہ جاری رہی اگرچہ پھر اسے کوئی

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ،بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

قائد میسر نہ آیا۔

سوال نمبر 3 مغلیہ سلطنت کے زوال کی وجوہات بیان کرتے ہوئے وضاحت کریں کہ مغلوں کے زوال کے بعد برصغیر کے مسلمانوں کو سیاسی طور پر کن خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔

جواب۔

نا اہل جانشین

1707ء میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد اُس کے نا اہل جانشین مغلیہ سلطنت کے وارث رہے۔شاہ عالم بہادر شاہ اول، جہاندار شاہ، فرُّخ سیر، رفیع الدرجات، رفیع الدولہ،شاہجہان ثانی،محمد شاہ، احمد شاہ، عالمگیر ثانی،شاہ عالم ثانی، اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ تھے۔اِن حکمرانوں میں سے اکثر عیش پرست اور تن آسان تھے۔اپنی نا اہلیت کے باعث انتظامی قابلیت سے یکسر محروم تھے۔دولت کی فروانی کی بدولت وزراء کی اولا دنرم ونازک کردار کی مالک تھی اور مشکلات کا سامنا کرنے سے قاصر، وزیروں کی سازشوں، سرکاری افسروں کی نا اہلی اور تعیش نے حالات کو اور بھی دگرگوں بنا دیا تھا۔محمد شاہ رنگیلے کے زمانۂ حکمرانی میں مغلیہ سلطنت تیزی سے روبہ زوال ہوئی۔محمد شاہ عیش وعشرت کا دلدادہ تھا۔لہذا نظامِ سلطنت درہم برہم ہوگیا۔مختلف صوبے خود مختار ہو گئے۔شاہی خزانے خالی ہو گئے۔شاہی دربار ناچ گانے اور رنگ رلیوں کا مرکز بن گیا تھا۔مغلیہ سلطنت کا دبدبہ ختم ہو گیا۔اور اس کی فوجی کمزوریاں عیاں ہو گئیں۔سلطنت کا انتظام درہم برہم ہو گیا۔رشوت ستانی عام ہو گئی۔احترامِ قانون کا فقدان ہوا اور مغلیہ سلطنت کی رہی سہی ساکھ بھی ختم ہوئی۔اگرچہ مغلیہ حکومت کا بیرونی ڈھانچہ درخشاں نظر آتا تھا۔ہندوستان کے اندر مرہٹوں اور سکھوں نے اور ہندوستان میں بیرونی طاقتوں نے مغلوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور ہندوستان پر حکمرانی کرنے کے لئے سازشوں میں مصروف ہو گئے اور بالآخر مغلیہ سلطنت کے خاتمے کا موجب بنے۔

عسکری قوت کا انحطاط

مغلوں کی فوجی طاقت کا انحطاط اورنگ زیب کی وفات سے شروع ہو چکا تھا۔بقول ہندو انگریز مؤرخین کے اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی اس کا موجب بنی مگر یہ الزام تنگ نظری پر مبنی ہے۔بہر حال اس صدی میں مرہٹوں اور سکھوں میں سیاسی بیداری کا عمل پیدا ہو چکا تھا۔اور وہ مسلمانوں کی بالادستی کو قبول کرنے کے خلاف جدوجہد میں مصروفِ عمل ہو چکے تھے۔مغلوں کے زوال کا اہم سبب یہ تھا کہ اُن کی عسکری قوت روز بروز تنزل تھی۔بدقسمتی سے مغل حکمران وقت کی نزاکت کو سمجھنے سے قاصر تھے۔نئے فنونِ حرب اور جدید ہتھیاروں کے استعمال سے عاری رہے۔شاہجہاں کے دورِ حکومت سے ہی مغل صوبے دار تن آسانی کا شکار ہو گئے تھے۔عیش عشرت اور شراب نوشی نے انہیں جنگوں کے لڑنے کے قابل بنانے سے دور رکھا اور وہ میدان جنگ میں جانے سے گھبراتے تھے۔ گویا فوجی کیمپ میلہ کی طرح دکھائی دیتے تھے۔فوج کے اندر تنظیم، اتحاد اور قوت کا فقدان تھا۔جرنیل اپنے باہمی جھگڑوں اور رقابتوں کے باعث فوجی تنظیم کی طرف کم توجہ دیتے تھے۔

نظامِ مالیات کی بدحالی

اورنگ زیب عالمگیر کے کمزور جانشینوں کی وجہ سے صوبائی گورنرز اور امیروں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔جس کے باعث سرکاری آمدنی میں کمی واقع ہو گئی۔مزید برآں بادشاہوں کی رنگ رلیوں اور عیش وعشرت کے ساتھ درباریوں کی شاہانہ زندگی کی وجہ سے شاہی خزانہ بالکل خالی ہو گیا۔مالیات کی ناقص منصوبہ بندی نے رہی سہی کسر کو پورا کر دیا۔دربار میں سازشیں شروع ہو گئیں۔بادشاہ گروں نے ہوسِ اقتدار میں سرد جنگ کا آغاز کر دیا جس کے باعث حالات بہت خراب ہو گئے۔محمد شاہ کے زمانہ اقتدار میں مالیہ وصول کرنے کے لئے بولی کے ذریعے ٹھیکہ دیا جاتا تھا۔اس طریقے سے شاہی خزانے کو کافی نقصان پہنچانے کے بعد ہندوؤں پر دوبارہ جزیہ لگایا گیا لیکن ہندوؤں نے مغلوں کی کمزوری کو بھانپ کر من مانی کارروائیاں شروع کر دیں۔نظام، لگان اراضی کے اصولوں کو پسِ پشت ڈال دیا گیا۔عیش پرست اور نا اہل بادشاہ حالات کو سدھار نہ سکے۔پس مغلیہ سلطنت زوال پذیر ہو گئی۔کیونکہ مالی نظام کی ابتری کا شکار ہو چکی تھی۔اس کے نتیجے میں آخری دور میں مغل بادشاہ انگریزوں کے محسن وظیفہ خوار بن گئے۔

درباری سازشیں

تن آسان بادشاہ سلطنت کے آخری دور میں امورِ جہانبانی سے بے بہرہ ہو چکے تھے اور مغلیہ دربار سازشوں کا اکھاڑہ بن گیا تھا۔وزراء اور امراء حکومت کی کلیدی اسامیوں پر فائز تھے اور وہ اپنی اجارہ داری اور افسر شاہی کو قائم ودائم رکھنے میں مصروف تھے۔جہاندار شاہ کے عہد میں سید برادران نے بادشاہ گری کے خوب فن دکھائے۔جس کے باعث سخت بدانتظامی رہی اور سازششوں کو خوب فروغ حاصل ہوا۔درباری امراء کی گروہ بندیاں زیادہ سخت ہو گئیں۔ملکی اور غیر ملکی امتیاز نہ رہا۔غیر ملکی پارٹی دو حصوں میں منقسم ہو گئی، یعنی ایرانی اور تورانی امراء۔تورانی امراء سنی تھے اور مغلوں کے ہم وطن لہذا اُن پر شاہی نوازشوں کی بارش ہوتی تھی۔ایرانی امراء شیعہ تھے اور تعداد میں کم تھے لیکن علمی استعداد کے باعث اعلی عہدوں پر فائز تھے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ،ایف اے، آئی کام ،بی اے، بی کام ، بی ایڈ، بی ایس ،ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس ،پی ایچ ڈی، ایف اے، ایس اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

وسعت سلطنت

مغلیہ حکمرانوں کی سرحدیں دُور دُور تک پھیل چکی تھیں۔قندھار اور ہرات تک ان کی رسائی تھی۔اورنگ زیب کے عہد میں دکن کو بھی سلطنت میں شامل کر لیا گیا تھا۔جب تک مرکز میں مضبوط حکمران قابض تھے۔اور سلطنت کے دُور دراز علاقوں میں سکون اور امان قائم رہا۔مگر نا اہل حکمرانوں کے دَور دراز کے علاقوں نے خودمختاری اختیار کر لی تھی۔اُس زمانے میں رسل و رسائل کے ذرائع بھی محدود ہوتے اور جب تک آمدورفت کے ذرائع چاک و چوبند نہ ہوں حکومت کی بقا نا ممکن رہتی۔اکثر مؤرخین کے نزدیک اورنگ زیب کی سلطنت کی وسعت بڑھ گئی تھی۔جبکہ یہ رائے غیر معقول نظر آتی ہے۔دراصل حکمران نا اہل تھے جو اپنے حکومت کے نظام کو چلانے سے عاری تھے۔جب مرکزی طاقت کمزور ہوگئی تو دکن، اُودھ اور بنگال خودمختار بن بیٹھے۔راجپوتانہ نے بھی آزادی کا اعلان کر دیا۔بہر حال مرکز کی کمزوری تھی کہ سرحدیں غیر محفوظ ہوگئیں۔اکبر اور جہانگیر مغل فرمانرواؤں کے عہد میں ملکی سرحدیں وسطِ ایشیاء اور ایران کے ساتھ ملتی تھیں اور اس طرح اورنگ زیب کے عہد میں دکن کی فتح کے بعد شمالی ہند پر بھی مغلیہ حکومت قائم ہو چکی تھی۔

غیر ملکی حملے

مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں بیرونی حملوں کی وجہ سے حکومت کمزور ہوگئی۔پہلا حملہ مغل تاجدار محمد شاہ کے عہد میں ایرانی حکمران نادر شاہ نے 1739ء میں ہندوستان پر کیا۔نادر شاہ بقول بعض مؤرخین کے اپنے ساتھ تختِ طاؤس سمیت پچاس کروڑ روپے کا سامان اور نقدی لے گیا۔اس حملے میں مغلیہ سلطنت پر کاری ضرب لگی اور وہ بالکل مفلوج ہوگئی۔صوبہ کابل کے علاوہ دریائے سندھ تک تمام علاقے پر ایران نے قبضہ جما لیا۔مزید برآں دہلی میں قتلِ عام سے مغلیہ سلطنت کی مالی حالت بھی خراب ہوگئی۔اندرونِ ملک مرہٹوں کی ریشہ دوانیوں نے بھی مغل طاقت کو مفلوج کر ڈالا۔دوسرا غیر ملکی حملہ احمد شاہ ابدالی نے مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی کے عہد میں 1761ء میں کیا۔اگرچہ سب سے پہلے بھی احمد شاہ ابدالی نے چار بار مہم جوئی کی تھی پہلی دفعہ 1748ء میں محمد شاہ کے عہد میں سرہند تک لشکر کشی کی۔دوسری دفعہ 1749ء میں احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر حملہ کر کے مغل گورنر معین الملک کو شکست دی اور اسے خراج کی ادائیگی پر پابند کر کے احمد شاہ ابدالی واپس چلا گیا۔پنجاب سے خراج کی عدم ادائیگی پر 1750ء میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر تیسرا حملہ کیا۔گورنر پنجاب عماد الملک نے ابدالی کی اطاعت تسلیم کر لی۔احمد شاہ ابدالی چوتھی مرتبہ 1757ء میں دہلی پر حملہ آور ہوا۔اور پانچویں دفعہ اس نے مرہٹوں کو پانی پت کے میدان میں 1761ء میں شکست فاش دی۔جس کے باعث مرہٹوں کی فوقیت ملتان اور دہلی سے ختم ہوگئی اور شمالی ہند سے بھی مرہٹوں کا اقتدار اُٹھ گیا۔پانی پت کی تیسری لڑائی میں اگرچہ مرہٹوں کی طاقت کا صفایا ہو گیا لیکن انگریزوں نے شمالی ہند پر فوراً اپنا تسلط جما لیا۔پانی پت کی تیسری لڑائی کے بعد 15 فروری 1761ء میں انگریزوں نے پانڈی چری پر قبضہ کر کے برصغیر سے فرانس کا تسلط ختم کر ڈالا اور اس کے بعد مغل شہنشاہ شاہ عالم ثانی انگریزوں کا وظیفہ خوار بن گیا۔گویا اس لڑائی کے دُور رس نتائج یہ نکلے کہ انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقبال کا ستارہ چمکا اور مغلیہ سلطنت زوال سے دوچار ہوئی۔

سوال نمبر 4 مغلیہ داستان مصوری کے اہم فن پاروں پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

جواب۔

مغلیہ دورِ حکومت میں برصغیر پاک و ہند کا کوئی شہر، قصبہ یا دیہات شاید ہی ملے جہاں تعلیم کا بندوبست نہ تھا۔کیونکہ مغل حکمران اپنی رعایا کو زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔آیئے ذیل میں مغلیہ نظامِ تعلیم کا جائزہ لیتے ہیں۔

تعلیمی ڈھانچہ

تعلیم کا ڈھانچہ وہی تھا جو کہ سلاطین دہلی کے زمانے میں تھا۔مکاتب ابتدائی مدرسے تھے، جہاں عربی، فارسی اور تھوڑا سا حساب پڑھایا جاتا تھا۔زیادہ تر توجہ دینی تعلیم و تربیت پر دی جاتی تھی۔مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ کے ساتھ مکاتب کی تعداد بڑھ گئی تھی۔مکتب زیادہ تر مسجدوں سے وابستہ تھے۔مسجد ہر قریہ اور ملک کے ہر کونے میں تھے۔

مدرسے اعلیٰ تعلیم مرکز تھے۔شاہانِ مغلیہ اور امراء نے بے شمار مدرسے قائم کئے اور ان کے اخراجات کے لئے دل کھول کر جاگیریں وقف کر دی تھیں۔مدرسوں میں قابل معلم تھے۔اکثر مدرسوں میں ہزاروں طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے۔طلباء کو وظائف دیئے جاتے تھے۔ہر بڑے شہر میں مدرسے پائے جاتے تھے۔بعض شہروں میں متعدد مدرسے تھے۔پایہ تخت دہلی اور صوبائی صدر مقامات میں مدرسوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔طلباء دُور دُور سے تحصیل علم کے لئے آتے۔ان کی رہائش اور خورد و نوش کا معقول انتظام تھا۔مغل شہنشاہ مدرسوں کے اندرونی انتظامات یا تعلیمی معاملات میں مطلق دخل نہیں دیتے تھے۔غرضیکہ مکتب اور مدرسہ ملک کی تعلیمی ضرورت کو بخوبی پورا کرتے تھے۔کوئی بچہ جس کو علم کا شوق ہو علم سے محروم نہیں رہتا تھا۔البتہ حکومت کسی پر جبر نہیں کرتی تھی۔معیارِ تعلیم بلند تھا۔مدرسوں میں دینی علوم فقہ، حدیث، تفسیر کے علاوہ دینوی علوم فلسفہ، منطق، خطابت، ادب، ریاضی، تاریخ، طب، فلکیات وغیرہ جن کی اُس زمانہ میں ضرورت تھی پڑھائے جاتے تھے۔فنی تعلیم اور دست کاری کا وہی پرانا طریقہ تھا جو ملکی ضرورت کو پورا کرتا تھا لیکن اُس کے علاوہ مغل شہنشاہوں نے اپنی خانگی ضرورت اور مملکت کی ضروریات کے لئے بڑے بڑے کارخانے قائم کئے تھے۔یہ کارخانے ان مقامات پر قائم کئے گئے تھے جہاں مصنوعات کے لئے ضروری سامان، عمدہ اور آسانی سے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

فراہم ہو سکے۔ دہلی، لاہور، آگرہ، بنگال، گجرات وغیرہ میں متعدد مقامات پر شاہی کارخانے تھے۔ شاہی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے جملہ اشیاء ان کارخانوں میں تیار کی جاتی تھیں۔ شاہی ضروریات کے علاوہ رعایا کے لئے ضروریات کی اشیاء یہی کارخانے تیار کرتے تھے۔ یہ کارخانے بڑے بڑے ماہر استادوں کی نگرانی میں شاہی ضرورتوں کو پورا کرنے کے علاوہ ایک قسم کے سرکاری ٹیکنیکل اسکول بھی تھے۔

تعلیمی مقاصد

تعلیم کا مقصد دینی اور دینوی افادیت پر مبنی تھا۔ تعلیمی معاملات میں مسلمان فرمانرواؤں نے زیادہ دخل اس وجہ سے بھی نہیں دیا کہ ملک میں اکثریت اہل ہنر کی تھی۔ اکبر نے البتہ مسلمانوں اور ہندوؤں کو ملا کر ایک قوم بنانے کی کوششیں کیں اور اس نظریہ کے مطابق اُس نے ملکی رسم ورواج میں تبدیلیاں بھی کیں۔ اُس نے روائتی زندگی کا رُخ موڑتے اور ہندو مسلمان کے علوم وفنون، رسم ورواج میں امتزاج پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی باقاعدہ تعلیمی لائحہ عمل نہ تو تیار کر سکا اور نہ وقت اس کے لئے ساز گار تھا۔ اس لئے مغل عہد میں تعلیم کا مقصد اِس زندگی اور عاقبت کی تیاری تک ہی محدود رہا۔

بہر حال فرد کو اپنی قدرتی صلاحیتوں کے مطابق ترقی کرنے کے پورے مواقع حاصل تھے لیکن بدلتے ہوتے تقاضوں کے ساتھ اس میں ترمیم اور اصلاحات نہیں کی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور بالآخر ایک بیرونی قوم نے ملک پر اپنا تسلط جما لیا۔

نصاب تعلیم

نصاب دینی اور دینوی دونوں قسم کے مضامین پر مشتمل تھا۔ طلباء کو آزادی تھی کہ وہ اپنی دلچسپی کے مطابق مضامین کا انتخاب کریں۔ علم تعلیمی کے ساتھ ساتھ ملک میں دستکاری کی تربیت کے معقول انتظامات تھے۔ گو وہ غیر رسمی تھے مگر فرد اور معاشرتی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔

طریقہ تدریس

تدریس کے طریقے روائیتی تھے جن کا دارومدار حافظے پر تھا۔ لیکن استاد اور شاگرد میں رابطہ اس زمانے کی خصوصیت تھی۔ اساتذہ شاگردوں کے لئے قابلِ قدر نمونہ تھے۔ جن کی شخصیت کا طلباء کے اخلاق وکردار پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ تعلیم محض لفظی یا کتابی نہیں تھی بلکہ اس میں عمل کو بھی کافی دخل تھا۔ اخلاقی و دینی اصولوں پر نہ صرف شاگرد بلکہ اساتذہ بھی عمل کرتے تھے۔ اس طرح اوائل عمری سے بچوں اور نوجوانوں میں صلاحیت نشوونما پاتی تھی اور ذہنی تربیت کے ساتھ اعلیٰ کردار تشکیل پاتا تھا۔

مغلیہ دبستانِ مصوری

جب خاندانِ تیموری کے ایک فرزند بابر بادشاہ نے ہندوستان فتح کیا تو اِس سرزمین میں اسلامی تہذیب نے فروغ اور ترقی پائی۔ اگرچہ مغلیہ دربار میں ایک ملا جلا ہندی ایرانی اسلوب وجود میں آیا تاہم اس کے ساتھ ساتھ ایک مقامی دبستان مصوری بھی بالخصوص راجپوتانہ میں فروغ پاتا رہا جو اوراقِ تاریخ میں "مغلیہ دبستانِ مصوری" کے نام سے تحریر کیا جاتا ہے۔ آیئے ذیل میں ان دبستانِ مصوری کا مختصر سا مطالعہ کرتے ہیں۔

عہد بابر

بابر بادشاہ کے دربار میں جو تصویریں بنائی گئیں اُن کے بارے میں ہماری معلومات زیادہ نہیں ہیں۔ حالانکہ عربی مصادر سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ بادشاہ ایک عالم، فلسفی، سیاح جہانگشت، ماہر شکاری اور فطرت کا دلدادہ ہونے کے علاوہ فنونِ لطیفہ کا سرپرست بھی تھا۔ تاہم اس کے عہد حکومت سے بہت کم تصاویر منسوب کی جاسکتی ہیں۔ کنیل (Kunnel) کی بحری جنگ کی تصویر اُس زمانے کی شہنشاہ جہانگیر کی ملکیت ایک البم میں ہے اور برلن کے سرکاری کتاب خانہ میں محفوظ ہے، اِس میں بہزاد اور اس کے دبستان کا اثر صاف نظر آتا ہے۔ بابر کے کتب خانے میں تصویری کتابوں کا نایاب ذخیرہ تھا۔ جن میں وہ مصور کتب بھی شامل تھیں جو بابر نے ہرات کے مصوروں خصوصاً بہزاد کی تصویری تخلیقات بڑی تلاش کے بعد جمع کی تھیں۔

عہد ہمایوں

ہمایوں اپنے باپ بابر کا جانشین بنا مگر اسے ایک افغان بادشاہ شیر شاہ نے شکست دے کر ملک سے نکال دیا۔ ہمایوں نے اپنی جلاوطنی کے ایام ایران میں بسر کیے جہاں شاہ طہماسپ نے اس کی پذیرائی کی۔ ہمایوں شاہ ایران کے دربار میں وہاں کے بڑے بڑے مصوروں کی تخلیقات سے آشنا ہوا۔ چنانچہ تبریز میں اس نے خواجہ عبدالصمد شیرازی اور میر سید علی سے ملاقات کی۔ اور بعد ازاں 1549ء میں اس نے ان دونوں استادوں کو اپنے دربار میں آنے کی دعوت دی تاکہ اس کے لئے داستانِ امیر حمزہ کو مصور کریں۔ جس میں بادری اور جوانمردی کے فرضی کارناموں کا ذکر ہے۔ اِس طرح وہ مصوری کے مغلیہ دبستان کے اصل بانی قرار پائے۔ ہمایوں نے میر سید علی کو نادر الملک کا خطاب بخشا نہ "داستان امیر حمزہ" کی تصویر سازی کے آغاز ہی میں ہمایوں کا انتقال ہو گیا جو بعد میں اکبر کے عہد میں مکمل ہوئی۔ داستان امیر حمزہ کی کل تصاویر کی اصلی تعداد چودہ سو تھی اور کپڑے کے خاصے بڑے بڑے قطعوں پر بنائی گئی تھیں۔

عہد اکبر

اپنے باپ کی طرح اکبر بھی فنون لطیفہ بالخصوص مصوری کا بڑا دلدادہ اور سرپرست تھا۔ اپنی سکونت کے لئے اُس نے 1569ء میں ایک نیا شہر فتح پور سیکری

03345504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

بسایا۔اس کے محلات کی دیواریں ایرانی اور ہندی مصوروں کی بنائی ہوئی تصویروں سے آراستہ تھیں۔اکبر نے مصوری کے ایک سرکاری دبستان کی بنیاد رکھی جس سے تقریباً ایک مصور منسلک تھے۔ان میں بیشتر ہندو تھے، جو ایرانی مصوروں کی رہنمائی میں کام کرتے تھے۔ابوالفضل کی آئین اکبری سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مصوروں نے فارسی نظم ونثر کی کتابوں کے لئے تصویریں بنائی تھیں۔مقامی مصوروں نے یہ فن صرف ان ہنرمندوں ہی سے نہیں سیکھا جو دربار شاہی کے ساتھ وابستہ تھے بلکہ شاہی کتاب خانہ میں بھی ایسے شاندار قلمی نسخے موجود تھے جنہیں بہزاد، میرک اور سلطان محمد نے مصور کیا تھا۔اکبر کے درباری مصوروں نے ان میں سے بعض بہترین تصویروں کی نقلیں تیار کیں جن کا ایک نمونہ میٹروپالیٹن میوزیم کے مجموعہ میں بھی موجود ہے۔یہ ہفت پیکر کا ایک نسخہ ہے جسے شہنشاہ اکبر کے لئے تیار کیا گیا تھا۔988ھ 1580ء کی تاریخ درج ذیل ہے اور اس کی پانچ تصویروں پر بہزاد کے دستخط موجود ہیں مگر ان کو مستند نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان تصویروں کا انداز بہزاد کا نہیں بلکہ بین طور پر تیموری دَور کے اوائل کا ہے۔ان کی رنگ آمیزی اور دیگر خصوصیات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عہد اکبری میں پندرہویں صدی کے نسخے سے نقل ہوئی تھیں۔

اکبرنامہ کا ایک نفیس مگر نامکمل نسخہ چسٹر ابیٹی کے مجموعہ میں محفوظ ہے۔اس میں مکند اور گوردھن کی بنائی ہوئی تصویریں شامل ہیں۔جو میٹروپالٹین میوزیم کے وسیع ذخیرہ میں بھی موجود ہیں۔عہد اکبری کی مصوری کی ایک خاص مثال ''تیمور نامہ'' کے ایک نسخہ میں دیکھی جاتی ہے جس میں طبقہ امراء کے دو ترک قیدیوں کو تیمور کے دربار میں باز یاب ہوتے دکھایا گیا ہے۔کہا جاتا ہے کہ اُسے دھرم داس نے بنایا تھا۔اس میں مغلوں کے اسلوب کی تمام خصوصیات میں یعنی ایرانی، ہندی اور یورپی عناصر کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ میٹروپالیٹن میوزیم میں عہدِ اکبری کی بنی ہوئی کئی اور کتابی تصویریں محفوظ ہیں۔ان میں فرخ بیگ، ترسنگھ، منوہر اور کھیم کرن کی دستخطی تصویریں بھی ہیں۔اس سلسلہ میں مہابھارت کے فارسی ترجمہ رزم نامہ کے ایک قلمی نسخے کی تین تصاویر بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ان میں بہترین تصویر وہ ہے جس میں سری کرشن گوردھن پربت اُٹھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔

عہد جہانگیری

جہانگیری بھی فنونِ لطیفہ کا بڑا سرپرست تھا۔اس کے زمانے کی تصویریں مجموعی طور پر مغل طرز کی ہیں۔لیکن ان میں ابھی تک ایرانی اثرات نظر آتے ہیں۔جہانگیر کے ذاتی میلان کتابی مصوری کی بہ نسبت ایسی تصاویر کی طرف زیادہ تھا جن میں اس کے واقعاتِ زندگی اور نباتات اور حیوانات کی نقاشی کی جائے کیونکہ فطرت پرست ہونے کی وجہ سے ان چیزوں میں اس کی دلچسپی بہت بڑھی ہوئی تھی۔وہ سفر میں دو تین درباری مصوروں کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا تاکہ وہ اہم واقعات کو تصویر کشی کے ذریعے محفوظ کرلیں۔منصور، مراد اور منوہر پرندوں اور جانوروں کی تصویر کشی میں خاص مہارت رکھتے تھے۔منصور پھولوں کی تصویریں بھی بناتا تھا۔چنانچہ اس کی اس مہارت کا ذکر تو زکِ جہانگیری میں کئی جگہ ملتا ہے۔اُستاد منصور ''نادر العصر'' ہو چکا ہے اور نقاشی میں اس زمانے نے کوئی شخص اس کا ہم پایہ نہیں۔

جہانگیر کے فنِ مصوری سے دلچسپی کے پیش نظر برطانوی سفیر سرطامس نے مغربی مصوروں کی تصویریں جہانگیر کو پیش کیں۔بعدازاں مزید مغربی تصاویر سے جہانگیر کے لئے بھیجی گئیں، جن کی بدولت ہندوستان کے مصوروں کو انگریزوں کے فنِ مصوری سے آگاہ ہونے کا موقع ملا۔

جہانگیر کے شوق۔

جہانگیر کے درباری آرٹ نے یورپ اور مشرق بعید سے بھی خاطرہ خواہ استفادہ کیا۔لیکن یہ درباری آرٹ بیرونی اثرات کی جانب کبھی مائل نہیں ہوا۔جہانگیر نے وسطِ ایشیاء، ایران اور یورپی ممالک سے خطاطی اور مصوری کے نایاب نمونے منگوائے اور انہیں اپنے شاہی کتب خانے میں رکھوایا۔جہانگیر کے عہد میں شبیہہ سازی بے حد مقبول ہوگئی تھی۔چنانچہ خود شہنشاہ کی علیحدہ اور درباریوں کے جُھرمٹ میں اس کی پیروی کی۔دربار سے وابستہ شبیہہ سازوں میں بشن داس، منوہر محمد مراد، ابوالحسن اور گوردھن کے نام بہت مشہور ہیں۔جہانگیر کا دل پسند شبیہہ ساز ایک ایرانی ابوالحسن تھا جو آقا رضا کا بیٹا تھا۔جہانگیر نے اسے ''نادرالزماں'' کا خطاب دیا تھا۔میٹروپالیٹن میوزیم میں عہد جہانگیری کی جو تصویریں محفوظ ہیں ان میں ایک نفیس کتابی تصویر بھی جس میں شہنشاہ دو ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا ہے خصوصاً شہنشاہ کی تصویروں میں چہرے انتہائی احتیاط سے بنائے گئے تھے۔ان تصاویر کو عہد مغلیہ کے پختہ اسلوبِ مصوری کی بہترین مثالوں کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

عہد شاہجہان اور عہد اورنگ زیب

شاہجہان کے عہد میں مغلوں کا فن شبیہہ سازی اوجِ کمال پر پہنچ گیا۔اکیلی شبیہوں اور درباری مجموعی تصویروں سے شاہانہ شان وشوکت عیاں ہے۔میٹروپالیٹن میوزیم میں شاہجہان کی دو مشہور شبیہیں ہیں۔ایک میں شہنشاہ لباس زیب تن کئے تختِ طاؤس پر بیٹھا ہے۔دوسری میں وہ پورے شاہانہ تجمل کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہے رنگ چمکدار ہیں۔چہرے نہایت نفاست سے بنائے گئے ہیں اور بعض مقامات پر انتہائی باریک جزئیات بھی آشکارا ہیں۔اُس دور کے مشہور ترین مصور محمد فاخراللہ خان، میر ہاشم، ہونہار، کلیان داس، ابوالحسن، بچتر اور انوپ چھتر تھے۔انوپ چھتر کی بنائی ہوئی سید امیر خان کی ایک شبیہہ میٹروپالیٹن میوزیم میں موجود ہے۔

شاہجہان کا فرزند دارا شکوہ بھی فنونِ لطیفہ کا سرپرست اور تصاویر جمع کرنے کا شائق تھا۔اس شہزادے کی کئی تصاویر ملتی ہیں۔لیکن اسے تختِ حکومت پر بیٹھنے کا

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اے ، اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

موقع نہ مل سکا اور اس کا چھوٹا بھائی اورن زیب عالمگیر ہندوستان کا شہنشاہ بنا۔ میٹرو پولیٹن میوزیم کی ایک تصویر میں داراشکوہ گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے ملازمین اس کے اردگرد کھڑے ہیں۔ داراشکوہ نے اپنے دستخطوں کے ساتھ نادرہ بیگم کو جو البم بطور تحفہ دی تھی وہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے۔

سوال نمبر 5 درج ذیل میں سے کسی دو پر نوٹ لکھیں:

(الف) مغلیہ دور کی تعلیمی پالیسی

جواب:

عہدِ مغلیہ کے نظامِ تعلیم کے اہم نکات: مغلیہ دورِ حکومت میں برصغیر پاک و ہند کا کوئی شہر، قصبہ یا دیہات شاید ہی ملے جہاں تعلیم کا بندوبست نہ تھا۔ کیونکہ مغل حکمران اپنی رعایا کو زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرنا اپنا فرضِ اولین سمجھتے تھے۔ ذیل میں مغلیہ تعلیمی پالیسی کی نمایاں نکات درج ہیں۔

- تدریس کے طریقے روائتی تھے جن کا دارومدار حافظہ پر تھا۔ لیکن استاد اور شاگرد میں رابطہ اس زمانے کی خصوصیت تھی۔ اساتذہ شاگردوں کے لئے قابل قدر نمونے تھے۔ جن کی شخصیت کا طلباء کے اخلاق و کردار پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ تعلیم محض لفظی یا کتابی نہیں تھی بلکہ اس میں عمل کا بھی کافی دخل تھا۔
- اخلاقی و دینی اصولوں پر نہ صرف شاگرد بلکہ اساتذہ بھی عمل کرتے تھے۔ اس طرح اوائل عمری سے بچوں اور نوجوانوں میں صلاحیت نشوونما پاتی تھی۔ اور ذہنی تربیت کے ساتھ اعلیٰ کردار تشکیل پاتا تھا۔
- تعلیم کا ڈھانچہ وہی تھا جو کہ سلاطینِ دہلی کے زمانے میں تھا۔ مکاتب ابتدائی مدرسے تھے۔ جہاں عربی، فارسی اور تھوڑا سا حساب پڑھایا جاتا تھا۔
- مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ کے ساتھ مکاتب کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ مکتب زیادہ تر مسجدوں سے وابستہ تھے۔ مسجد ہر قریہ اور ملک کے ہر کونے میں تھی۔
- مدرسے اعلیٰ تعلیمی مرکز تھے۔ شاہانِ مغلیہ اور امراء نے بے شمار مدرسے قائم کئے اور ان کے اخراجات کے لئے دل کھول کر جاگیریں وقت کر دی تھیں۔
- مدرسوں میں قابل معلم تھے۔ اکثر مدرسوں میں ہزاروں طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے۔
- طلباء کو وظائف دیئے جاتے تھے۔ ہر بڑے شہر میں مدرسے سے پائے جاتے تھے۔ بعض شہروں میں متعدد مدرسے تھے۔ پایہ تخت دہلی اور صوبائی صدر مقامات میں مدرسوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔
- طلباء دور دور سے تحصیل علم کے لئے آتے۔ ان کی رہائش اور خورد ونوش کا معقول انتظام تھا۔
- مغل شہنشاہ مدرسوں کے اندرونی انتظامات یا تعلیمی معاملات میں مطلق دخل نہیں دیتے تھے۔ غرضیکہ مکتب اور مدرسہ ملک کی تعلیمی ضرورت کو بخوبی پورا کرتے تھے۔
- کوئی بچہ جس کو علم کا شوق ہو علم سے محروم نہیں رہتا تھا۔ البتہ حکومت کسی پر جبر نہیں کرتی تھی۔
- معیار تعلیم بلند تھا۔ مدرسوں میں دینی علوم فقہ، حدیث، تفسیر کے علاوہ دینوی علوم فلسفہ، منطق، خطابت، ادب، ریاضی، تاریخ، طب، فلکیات وغیرہ جن کی اُس زمانہ میں ضرورت تھی پڑھائے جاتے تھے۔
- فنی تعلیم اور دست کاری کا وہی پرانا طریقہ تھا جو ملکی ضرورت کو پورا کرتا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ مغل شہنشاہوں نے اپنی خانگی ضرورت اور مملکت کی ضروریات کے لئے بڑے بڑے کارخانے قائم کئے تھے۔ یہ کارخانے ان مقامات پر قائم کئے تھے جہاں مصنوعات کے لئے ضروری سامان، عمدہ اور آسانی سے فراہم ہو سکے۔
- دہلی، لاہور، آگرہ، بنگال، گجرات وغیرہ میں متعدد مقامات پر شاہی کارخانے تھے۔ شاہی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے جملہ اشیاء ان کارخانوں میں تیار کی جاتی تھیں۔ شاہی ضروریات کے علاوہ رعایا کے لئے ضروریات کی اشیاء بھی کارخانے تیار کرتے تھے۔ یہ کارخانے بڑے بڑے ماہر استادوں کی نگرانی میں شاہی ضرورتوں کو پورا کرنے کے علاوہ ایک قسم کے سرکاری ٹیکنیکل اسکول بھی تھے۔ کیونکہ ان کارخانوں میں بے شمار نوجوان کام سیکھتے اور شاہی ضروریات تیار کرنے میں مصروف رہتے۔
- شاہی کارخانوں کے علاوہ صوبوں کے گورنر اور بڑے بڑے منصب دار بھی اپنی ضرورتوں کے لئے کارخانے قائم کرتے تھے۔ اس طرح ملک میں ایسے کارخانوں کی کمی نہیں تھی اور ان کارخانوں میں ماہرین فنی اور استادوں کی نگرانی میں نوجوان ہنر کی تربیت حاصل کرتے تھے۔
- مصنوعات کے اعتبار سے مغلوں کے عہد میں ہند مغربی ممالک سے کہیں بڑھا ہوا تھا۔ ہند کی مصنوعات مثلاً ڈھاکہ کی ململ، لکڑی اور ہاتھی دانت کی اشیاء، عطر و روغنیات کی یورپ میں بڑی مانگ تھی۔

دوشالے، ریشمی اور زربفت کے کپڑے، دھاتوں کے خوبصورت برتن، شیشے کا سامان، کتابیں تصاویر، جوتے، اسلحہ جات، شامیانے، خیمے، کشتیاں غرضیکہ ہر قسم کا سامان ملک میں تیار ہوتا تھا۔ ملک علمی، فنی اور دستکاری اعتبار سے آسودہ تھا۔

(ج) سرسید احمد خان

03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئی کے نمبر پر رابطہ کریں

جواب

سرسید احمد خان 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی کے ایک ممتاز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ان کے والد سید محمد متقی بڑے ذی علی درویش مزاج اور تارک الدنیا قسم کے آدمی تھے۔ان کے باپ دادا مغل بادشاہوں کے دربار سے منسلک رہ چکے تھے۔خود انہیں بہادر شاہ کی طرف سے جواد الدولہ اور عارف جنگ کے آبائی خطابات حاصل ہو چکے تھے۔اور طب کا علم بھی آپ نے خوب پڑھا۔آزردہ، غالب اور صہبائی جیسے باکمال ادیبوں کی صحبت نے آپ کی زبان اور ادب کے ذوق کو نکھارنے میں بڑا حصہ لیا۔1836ء میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور ساتھ ہی شاہی وظیفے بھی بند ہو گئے۔سرسید کو روزگار کی فکر سے دو چار ہونا پڑا۔ایسٹ انڈیا کمپنی کے صیغہ عدالت سے منسلک ہو کر زندگی کا آغاز کیا اور تین سال کے اندر ہی 1841ء میں عدالتی امتحان پاس کر کے وہ سب جج یا منصف ہو گئے۔ سرکاری ملازمت کے ساتھ ساتھ ہی اپنی تحقیق کے شوق کو اُبھارتے رہے اور دہلی کے آثارِ قدیمہ پر تحقیق شروع کر دی اور ''آثار الصنادید'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو آثارِ قدیمہ کے ماہروں کے نزدیک سند مانی جاتی ہے۔اور اکثر نقاد تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر سرسید احمد اپنی زندگی میں اور کچھ بھی نہ کرتے تو بھی یہ کتاب انہیں زندہ رکھنے کے لئے کافی تھی۔

سرسید کا کردار: 1857ء میں آپ بجنور میں سب جج تھے، جب جنگِ آزادی کا آغاز ہوا۔ یہاں آپ نے لاتعداد انگریز مرد اور عورتوں کی جانیں بچائیں، جس کی وجہ سے ان کی اپنی زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ بڑی مشکل سے بدن کے کپڑوں سے میرٹھ پہنچے۔اور ٹھان لی کہ انگریزوں اور مسلمانوں کی آپس میں نفرت کو جیسے بھی ہو ختم کیا جائے۔

تعلیمی خدمات: مسلم ہندوستان میں دیگر مسلم ممالک کی طرح تعلیم کا نظام ہمیشہ ہی راسخ العقیدہ علماء کے کنٹرول میں رہا ہے تاکہ وہ مسلم عقائد میں بدعت کا داخلہ روک سکیں۔اگرچہ علماء بدعات کو کبھی بھی مکمل طور پر روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے 1857ء کی ناکام جنگِ آزادی کے بعد عوام کی مذہبی حالت بھی گری ہوئی تھی۔ عوام نے ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام کافی عرصے سے اختیار کیا ہوا تھا لیکن اس سے اُن کی روحانی حالت میں نمایاں تبدیلی نہ ہوئی۔ان خوشی اعتمادوں کو دیتے اور اُنہیں حصول مقصد کے اسلامی طریقے سے باز رکھتے۔

علی گڑھ کا قیام: 1857ء کی جنگ آزدی ناکام رہی۔اس کے بعد سرسید احمد خان جیسے عظیم قائد کو خدا نے مسلمانوں کی اصلاح و مدد کیلئے منتخب کیا ۔سرسید نے مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات پورا کرنے کے انتظام کے ساتھ ہی یہ ضروری خیال کیا کہ انگریزوں نے اپنا کتابچہ ''رسل اسباب بغاوت ہند'' تحریر کیا۔اس میں یہ بات ثابت کی گئی تھی کہ مسلمانوں کو باغی اور سرکش کہنا درست نہیں۔سرسید احمد خان بخوبی جان چکے تھے کہ حکومت مسلمانوں کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام نہیں کر سکتی۔اس سلسلے میں خود مسلمانوں کو اقدام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس سلسلے میں علی گڑھ کالج اپنی مدد آپ کی ایک عمدہ مثال ثابت ہوا۔سرسید ایک اقامتی درس گاہ کا قیام اس لئے بہت ضروری سمجھتے تھے کہ صاف ستھری فضا میں تعلیمی مصروفیات کے ساتھ دوسری سرگرمیوں کا مناسب انتظام ہو، جہاں اساتذہ کی نگرانی میں اعلیٰ معاشرتی اور اخلاقہ اقدار کی تربیت ہو سکے۔

کالج سے یونیورسٹی میں منتقلی: علی گڑھ کالج کا قیام سرسید کا سب سے بڑا کارنامہ ہے،اس کالج میں کتابی علوم کے ساتھ ساتھ کھیل کود، زائد مطالعے اور مباحثے ،نماز کی پابندی اور آداب معاشرت وغیرہ کا خاص اہتمام تھا۔یہ کالج بعد میں یونیورسٹی کا درجہ حاصل کر گیا جسے مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور تعلیم میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔

سرسید احمد خان اور تحریک علی گڑھ: 1857ء کی جنگ آزادی ناکام رہی۔جس کی وجہ مسلمان ذہنی طور پر بہت مفلوج اور مالی طور پر انتہائی کمزور ہو چکے تھے۔

- اس جنگ آزادی کے نتیجے میں برصغیر پر مسلمانوں کا طویل دور حکومت ختم ہو گیا۔
- انگریز یہاں کے حکمران بن بیٹھے اور انہوں نے ہر طرح کی مزاحمت کو کچل دیا۔
- مسلمانوں کے سینکڑوں اعلیٰ اور شریف خاندان تباہ ہو کر رہ گئے۔
- مسلمانوں کا مروجہ نظام تعلیم درہم برہم ہو گیا۔اس کے ساتھ ہی ان کے تعلیمی اور تہذیبی مراکز ملیامیٹ ہو گئے۔
- مسلمانوں پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے ہمیشہ کیلئے بند ہو گئے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمانوں نے انگریزی تعلیم کی طرف توجہ نہ دی تھی۔جبکہ دوسری قومیں انگریزی پڑھ کر ہر طرح کی ملازمتیں اور ترقیاں پانے میں کامیاب رہیں۔اس طرح مسلمان بدحال اور پسماندہ رہ گئے۔
- مذہبی اعتبار سے بھی مسلمان بے راہ ہو رہے تھے۔ان کیلئے دینی اقدار کا پہلا سا احترام باقی نہ رہا تھا اور وہ بہت سے ہندوانہ طور طریقے اپنا رہے تھے۔

سرسید احمد خان مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر بے چین ہو گئے انہوں نے اس ساری صورتحال کے جائزے سے یہ نتیجہ نکالا کہ مسلمانوں کی سب بیماریوں اور

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مشکلوں کا حل تعلیم ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جدید تعلیم سے ہی مسلمانوں میں روشن خیالی ،عزت کی بحالی ،اعلیٰ عہدے اور معاشرت وسیاست میں مناسب مقام و احترام کا حصول ممکن ہوسکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس مقاصد کیلئے محاذوں پر کام کیا اور کئی سطحوں سے جدوجہد کا آغاز کیا۔

سرسید احمد کان نے اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے، پھر انہوں نے مسلمانوں کی اصلاح و بیداری کیلئے عظیم کام کے لئے جو عملی کاوش شروع کی تھی، وہ ایک وسیع اور مؤثر تحریک بن کر ابھری۔ جس میں ملک کی بڑی بڑی شخصیتیں دل و جان سے شریک تھیں۔ علی گڑھ تحریک بنیادی طور پر ایک اصلاحی ،تعلیمی تحریک تھی لیکنجد وجہد کے مختلف مراحل میں اس کے کئی پہلو بھی ابھر کر سامنے آئے۔ اس تحریک کی دینی ،معاشرتی اور ادبی وسیاسی اثرات بڑے زوررس نتائج کے حامل ثابت ہوئے۔

''جب سرسید احمد خان نے اپنی قومی زندگی کا آغاز کیا ،اس وقت مسلمان بکھرے ہوئے تھے۔ تعلیمی ،معاشی و معاشرتی اور سیاسی حیثیت سے ذلیل ہو رہے تھے۔ ان کا کوئی مرکز نہ تھا، کوئی لائحہ عمل نہ تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ جس طرح تالاب میں کھڑا ہوا پانی آئے دن زیادہ بدبودار ہوتا جاتا ہے اسی طرح مسلمان بھی بگڑتے جاتے تھے۔ سرسید احمد خان کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ مسلمان کی ایک خصوصیت ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی دل نشین لیکن قابل عمل اور ٹھوس مطمع نظر رکھا جاتا ہے تو وہ اس کیلئے بڑے جوش اور بڑی مستعدی سے آگے بڑھتے ہیں۔ سرسید احمد خان نے قوم کے سامنے علی گڑھ کالج کا خواب پیش کیا اور قوم نے اس خواب کو پورا کرنے کیلئے سرسید کا ساتھ دیا۔ قوم کے بہترین دماغوں اور قابل ترین فرزندوں حالی، محسن الملک ،شبلی ، نذیر احمد، ذکاءاللہ سب نے سرسید کی صدا پر لبیک کہا اور قوم کے اندر نئی زندگی پیدا ہوگئی''۔

تحریک اِحیاء العلوم: مسلمانوں کی اصلاح کے لئے سرسید احمد خان نے ''تہذیب الاخلاق'' نام کا رسالہ جاری کیا اور اس کی مدد سے مجلسی اصلاحات کا بیڑہ اٹھایا۔ مذہب اور مجلسی حالات حالات پر سرسید کے خیالات آزادنہ تھے۔ وہ فی الفور تبدیلیوں کے قابل نہ تھے، جن کی وجہ سے عوام الناس میں بحران پھیل سکنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ سرسید کے مطابق اسلام ایسا مذہب ہے جس میں عقلی یا استدلالی رنگ بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے تحریک احیاء العلوم کی بنیاد رکھی تا کہ اپنی حفاظت علم کی قوت سے کرسکیں۔ اس طرح علی گڑھ نے وہ حیثیت حاصل کر لی کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تمام اُمیدیں اور اُمنگیں اسی سے وابستہ ہوگئیں۔ نصب العین وہی رہا، جو ہمیشہ سے مسلمانوں کا رہا صرف طریقہ کار بدل گیا۔

دارالعلوم علی گڑھ کے نشانِ امتیاز (Insignia) میں کھجور رکھی گئی (کیونکہ اس پھل پر کبھی دورِ خزاں نہیں آتا)۔ دارالعلوم علی گڑھ کے طلبا کی یونیفارم وہی ہو وہی ہوئی جو امیر المومنین (ترکی) کا لباس تھا تا کہ مسلمان یہ سمجھتے رہیں کہ انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی حکمت عملی کے باوجود مسلمانانِ ہند عالمگیر مسلم برادری کے جزو ہیں۔ بقول سرسید مسلمانوں کی سلامتی اسی مین ہے کہ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن ہو اور دوسرے میں علوم مغربی اور سر پر لا الہ الا اللہ کا تاج ہو۔

رسالہ تہذیب الاخلاق:

مسلمانان قوم کی بہبود کے لئے اور تحریک احیاء العلوم کو مزید قوت محترکہ بخشنے کے لئے سرسید احمد خان نے 24 دسمبر 1870ء میں رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا۔ سرسید کے نزدیک رسم ورواج کی اندھا دھند تقلید ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ اس رسالے کا مقصد لوگوں کو وہم پرستی سے بچانا اور ان کے برے نتائج سے آگاہ کرنا تھا۔ دوم ملت کی بہتری کے لئے نت نئی تجویزیں سوچنا اور کھلم کھلا بحث کی دعوت دینا تا کہ انہیں مزید بہتر بنایا جا سکے۔ سوم اپنی بات شکستہ الفاظ میں بیان کرنا تا کہ مادری زبان ترقی کر سکے۔

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس: سرسید احمد خان کے عظیم کارناموں میں ایک آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس بھی ہے۔ اس کانفرنس کا مقصد مسلمانوں کی تعلیمی کاوشوں کو تیز کرنا تھا۔ اس کانفرنس کا پہلا اجلاس 27 دسمبر 1886ء میں علی گڑھ میں ہوا۔ سرسید کی زندگی میں اس کانفرنس کے کل گیارہ اجلاس وقتاً فوقتاً ہوئے۔ اس کانفرنس کے مفید نتائج سرسید نے خود اپنی زندگی میں ہی دیکھنے شروع کر دیئے تھے۔ اس کانفرنس نے مسلمانوں کو تعلیم کے لئے آبِ حیات کا کام دیا۔ کانفرنس کی کوششوں سے مختلف مقامات پر سکول قائم ہوئے پنجاب میں انجمن حمایت اسلام کی تعلیمی کاوشیں بھی اسی کانفرنس کی مرہونِ منت ہیں۔ علی گڑھ میں خواتین کے لئے ایک کالج قائم ہوا۔ کانفرنس کی کاوشوں سے 1903ء میں دہلی میں ایک شعبہ اُردو قائم ہوا۔ جس کے پہلے سیکرٹری مولانا شبلی نعمانی تھے، جن کی زیرِ قیادت قابلِ قدر کتابیں شائع ہوئیں۔

سرسید ہندوؤں اور مسلمانوں میں خوشگوار تعلقات کے خواہاں تھے۔ وہ ان دونوں کو ایک دلہن کی دو آنکھیں سمجھتے تھے۔ ان کے ہندو احباب کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ جس کے ساتھ انہوں نے عام لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کیا تھا۔ سرسید نے سائٹیفک سوسائٹی جن مقاصد کے لئے قائم کی، اُن میں ایک یہ بھی تھا کہ اُردو کو ترقی دے کر علمی کتابوں کی تالیف اور تراجم کئے اور اُردو ڈکشنریاں بنانے کا کام خود سرسید نے اپنے ذمہ لیا تھا۔

جب 1885ء میں انڈین نیشنل کانگریس ظہور میں آئی تو سرسید نے شروع میں ہی ایسا رویہ اختیار کیا کہ مسلمان اس سے پُرے رہیں۔ انگریزوں کے بعد ہندوستان ہندوؤں کی اکثریت حکومت کی حقدار ہوگئی جو کہ مسلمانوں کے لئے زیرِ قابل ہوگی۔ کانگریس کا ساتھ دینا مسلمانوں کے گلے پر چھُری پھیرنے کے مترادف ہے۔ سول سروس میں داخلے کے امتحان مقابلہ کی سرسید نے شدید مخالفت کی۔ ان کا خیال تھا کہ ہندوستان میں ہندو مسلمان اور پارسی جیسی مختلف قومیں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اشتیاقی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک

03345504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

آباد ہیں اور یہ لیاقت، تعلیم اور دولت کے لحاظ سے برابر نہیں ہیں۔ اگر سول سروس کی ملازمتیں مقابلہ کے امتحان کے ذریعہ سے بھری گئیں تو جو قوم پسماندہ ہے نقصان میں رہے گی۔ یعنی مسلمان گھاٹے میں رہیں گے۔

مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے مسلم ڈیفنس ایسوسی ایشن قائم کی گئی۔ اس کا کام مسلمانوں کے حقوق کے انگریزی حکومت کے سامنے ترجمانی کرنا تھا اور عوامی ایجی ٹیشن کو روکنا تھا جو کہ حکومت کے برخلاف ہو۔ تحریک علی گڑھ جس کے وہ بانی تھی وہ قوم کو عین اسی سمت لے گئی اور ایک قدم کے بعد دوسرا قدم اٹھا۔ جداگانہ سیاسی، پھر جداگانہ قومیت جو کہ بالآخر تحریکِ پاکستان کا پیشرو بنی۔ بقول بابائے اُردو مولوی عبدالحق]' اس میں ذرا مبالغہ نہیں کہ قصرِ پاکستان کی بنیاد میں سب سے پہلی اینٹ اسی پیرومرشد سرسید احمد خان) کے مبارک ہاتھوں میں رکھی'' سرسید احمد خان نے مسلمانوں کی تعلیمی بنیادیں اتنی استوار کیں کہ وہ پاکستان بنانے کے قابل ہو گئے۔ اس طرح سے ان کے معاصر سید امیر علی نے اپنے آپ کو مسلمانوں کو سرکاری ملازمت میں حصہ دلانے کے لئے وقف کیا۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔